انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی

کے زیر اہتمام

دوروزہ قومی کانفرنس

بعنوان

مولانا مناظر احسن گیلانی: حیات وخدمات

بہ تاریخ: 1، 2/دسمبر 2018، بہ مقام: اے این سنہا انسٹی ٹیوٹ، پٹنہ

پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز

162، جوگا بائی، مین روڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی-25

Tel.: 91-11-26981187, 26989253, 26987467

Fax.: 91-11-26981104

E-mail: ios.newdelhi@gmail.com

Website: www.iosworld.org

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
موجودہ عہد کی ایک منفرد علمی شخصیت

اس سرزمین پر حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت سے ہی دین حق کی تاریخ کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد مرور زمانہ سے لوگوں میں دینی انحراف پیدا ہوگیا اور انھیں شرک تک لے گیا۔ مختلف اخلاقی اور دینی خرابیاں پیدا ہونے لگتیں تو ان کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالی انبیاء کو مبعوث کرتا۔ متعدد قوموں پر بھیجے گئے انبیاء کی بات جب بہت کم لوگ مانتے اور جب یہ صورتحال بہت نامناسب حد تک پہنچ جاتی اور انبیاء مایوس ہوجاتے تو اللہ کی طرف سے ان قوموں پر عذاب آتا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک رہا اور اس کے بعد اللہ نے انبیا کو بھیجنا بند کردیا۔ یہ جو چھ سو سال کا وقفہ ہوا، اس درمیان قوموں کی حالت بہت پست ہوگئی، لہٰذا اللہ نے محض اپنے کرم سے اب جامع اور مکمل دین دے کر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا جن کو جامع خصوصیات اور آخری و کامل حیثیت کا نبی بنا کر ایسی اثر انگیزی کی طاقت عطا فرمائی کہ جو بھی ان کی بات کو سمجھتے ہوئے سنتا وہ متاثر ہوجاتا، چنانچہ آپؐ نے اللہ کے حکم سے انسانوں کو شرک و کفر کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ کی صحیح بندگی اور دین فطرت اسلام سے روشناس کرایا، پھر آپؐ کے بعد صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام نے دنیا کے مختلف حصوں میں دین اسلام کو پہنچایا۔

برصغیر ہندوپاک میں اسلام جب داخل ہوا، تو اگرچہ یہ علاقہ مرکز اسلام سے دور تھا اور یہاں کی زبان بھی عربی نہیں تھی، لیکن پھر بھی یہاں جو شخصیتیں دعوت واصلاح کی غرض سے آئیں، ان کے ذریعہ یہاں اسلام وسیع طریقہ سے پھیلا۔ اگرچہ مسلمان حکمراں ہونے کے باوجود زیادہ اثر انداز نہیں ہوئے، لیکن صوفیاء اور علماء کی محنتیں اس برصغیر میں اسلام کی خدمت اور تقویت کے لیے بہت اثر انداز ہوئیں۔ بڑی بات یہ ہوئی کہ دین کی تعلیم و تربیت کی ایسی کوشش ہوئی کہ ممتاز شخصیتیں جو اپنے حلقہ اور علاقہ میں اسلام کی بڑی نمائندہ حیثیت کی ظاہر ہوئیں، ان کا اگر جائزہ لیا جائے تو متعدد مجدد ہوئے اور متعدد افراد مجدد کے مقام کے قریب تک پہنچے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت سید احمد شہید، ان کے علاوہ جلیل القدر صوفیاء جنہوں نے اپنی صحبت اور تزکیہ کے عمل سے بہت لوگوں کو اسلام کا تابع دار بنایا، جیسے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجریؒ، حضرت خواجہ شاہ شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی۔ ان سب حضرات کا دور مسلمانوں کے زمانہ حکومت میں رہا۔ اس کے بعد انگریزوں کا یہاں پر تسلط ہوا اور انہوں نے یہاں اسلام کے اثر کو کمزور کرنے اور مٹانے کی پالیسی اختیار کی۔ اس وقت بھی متعدد شخصیتیں اپنی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نمایاں ہوئی، ان میں بعض نے تو علم کے میدان میں اور بعض نے سیاسی اور اجتماعی میدان میں بڑی خدمات انجام دیں۔ یہ عام طور پر آخری عہد کی شخصیتیں تھیں۔ ان میں مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی شخصیت متنوع خصوصیات کی حامل شخصیت تھی، جو علم دین کو علم جدید سے مربوط رکھنے والی شخصیت کی حیثیت سے سامنے آئی، جس کا اعتراف تمام اہل علم نے کیا اور ان کی خوبیوں کی داد دی۔ مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی لکھتے ہیں:

''ہندوستان کی سرزمین ہر دور میں مردم خیز رہی ہے اور یہاں ہر زمانہ میں علماء اور مشائخ بڑی تعداد میں پیدا ہوئے جن کی ذات سے بلا امتیازِ مذہب وملت تمام باشندگان ملک مستفید ہوئے اوران کی ذات بیش بہا علمی، دینی اور سماجی خدمات کا ذریعہ بنی اور خود انہوں نے اپنی جدوجہد، کدوکاوش اور علمی خدمت سے بہت سے افرادِ امت کو تیار کیا اور ملک کے مختلف خطوں میں پھیلادیا، ان میں ہر شخص آفتاب وماہتاب بنکر اپنے علاقہ اور حلقہ کو منور کرتا رہا۔

انہی گنے چنے افراد میں حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ بھی تھے جو بہار میں پیدا ہوئے، ٹونک میں تعلیم پائی اور دیوبند آکر علم کی تکمیل کی، آپ کا شماران ممتاز علمائے کرام میں ہوا جن کے علم وفضل اور دینی وعلمی خدمت پر اہل علم کو ناز ہے، ٹونک میں اولاً ملازم ہوئے، پھر اپنی مادر علمی دیوبند میں آپ کے اساتذہ کرام نے آپ کو خوش آمدید کہا اور پھر قدرت نے سلسلہ بسلسلہ آپ کو حیدرآباد پہنچایا جہاں مولانا حمید الدین فراہی اور مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کی علمی قدردانی کی بدولت جامعہ عثمانیہ میں استاد ہوئے اور اس راستہ سے جدید تعلیم یافتہ حضرات میں آپ کا علمی فیض جاری ہوا اور اس طرح سیکڑوں ہزاروں افراد پیدا ہوئے اور ملک وبیرون ملک میں پھیل کر انہوں نے علم وفن اور اسلام کی خدمات انجام دیں اور انشاءاللہ یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا''۔

(حیات مولانا گیلانیؒ، ص:۲۳)

مولانا گیلانی کی ولادت موضع استھانواں ضلع پٹنہ میں ۹ر ربیع الاول ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) کو ہوئی۔ پانچ چھ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ ابتدائی تعلیم قرآن، اردو، فارسی اور عربی صرف ونحو کی کتابیں گھر ہی میں اپنے چچا مولانا حکیم ابونصر صاحب سے پڑھیں۔ ابتدائی عربی کی تعلیم کے بعد ۱۳۲۴ھ میں گیلانی سے ٹونک گئے اور اور مدرسہ خلیلیہ میں مولانا برکات احمد صاحب سے کسب فیض کیا اور خاص طور سے معقولات کی کتابیں بڑے انہماک اور شوق کے ساتھ پڑھیں۔ ٹونک میں یہ تعلیمی سلسلہ سات سال جاری رہا۔ اس دوران خطابت میں مہارت پیدا کی اور امام غزالیؒ کی کتاب ''احیاء العلوم'' کا مطالعہ کیا اور اس سے متاثر ہوئے، چنانچہ روحانی اور قلبی تسکین کے لیے اجمیر گئے اور اپنے ہم ذوق مولانا معین الدین اجمیری صاحب کے پاس ٹھہرے اور کچھ دن قیام کے بعد ٹونک واپس آگئے۔ یہاں اس وقت ہیضہ کی وباء عام تھی، اس کا شکار ہوگئے۔ کچھ دنوں کے بعد ٹونک سے اپنے وطن واپس آگئے، پھر ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن دیوبندی عثمانیؒ، محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا غلام رسولؒ، مولانا سید اصغر حسینؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے درس حدیث میں شریک ہوئے۔ شعبان ۱۳۳۲ھ میں سالانہ امتحان دے کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد معاش کی تلاش میں ۱۳۳۳ھ کے آغاز میں ٹونک تشریف لے گئے اور چار پانچ مہینے مدرسہ خلیلیہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیے، پھر ترقی کے رجحانات نے ان کو حیدرآباد پہنچایا اور وہاں معاشی ترقی کی راہیں سامنے آئیں۔ اس کے بعد ۱۳۳۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں معین المدرسین مقرر ہوئے۔ دارالعلوم میں تقریباً ڈیڑھ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۳۵ھ (۱۹۲۰ء) کے اواخر میں مولانا حمید الدین فراہی اور مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کے توسط سے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے شعبہ دینیات میں استاد مقرر ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں اس شعبہ کے صدر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ زمانہ قیام دارالعلوم دیوبند میں وہاں سے نکلنے والے رسائل ''القاسم'' اور ''الرشید'' میں علمی وتحقیقی مضامین بھی لکھتے تھے، اس طرح درس وتدریس اور تبلیغ واشاعت اسلام کے ساتھ متنوع موضوعات پر علمی، تحقیقی، ادبی، تاریخی اور دینی مضامین لکھتے رہے، جو مقبول خاص وعام ہوئے۔

بلا شبہ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ رئیس التحریر اور سلطان القلم تھے، وہ بلحاظ تصنیف اور بحیثیت تالیف وتدوین اور از روئے مقالہ نگاری ایک کامیاب اور بلند پایہ محقق اور مبصر تھے۔ وہ پی ایچ ڈی نہ تھے، لیکن اس راہ کے کتنے امیدواروں کو انہوں نے کامیاب بنایا ہے اور ایسی شاہراہ قائم فرمادی ہے کہ میدان تحقیق میں ایک ذہین طالب علم بآسانی گامزنی کرسکے اور اسلاف کی کتابوں، تاریخوں اور تذکروں کے بحر ذخار سے علم وحکمت کے موتی نکال سکے، سچ پوچھیے تو پی ایچ ڈی بننا آسان ہے، مناظر احسن بننا مشکل۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

’’ہمارے پی ایچ ڈی کرنے والے زندگی میں صرف ایک مقالہ لکھتے ہیں اور ساری عمر اسی کو چومتے چاٹتے رہتے ہیں، علامہ گیلانی نے بلا مبالغہ سیکڑوں مقالے لکھے اور ان میں اپنی خداداد بصیرت اور علمی وفنی کاوش کا پورا پورا ثبوت دیا۔ ان کے خون جگر کی گلکاریوں سے چمن علم وتحقیق میں تازہ بہاریں آگئیں۔ وہ جدید وقدیم دونوں روشوں سے بخوبی واقف تھے، انہوں نے تعلیم دارالعلوم دیوبند میں پائی اور معلّی جدید زاویۂ نگاہ رکھنے والوں میں کی۔ وہ دونوں وادیوں کے پیچ وخم سے آگاہ تھے۔ ان کی تحقیق سے ایک طرف قدیم طرز کے طلبہ کو تسکین ہوتی تھی، دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ حضرات اطمینان حاصل کرتے تھے۔ ان کے وجد انگیز قلم کے جتنے نمونے ہیں، بہترین شاہکار کہلانے کے مستحق ہیں۔ ان کی اردو نثر ان کے صاحب طرز انشاء نگار ہونے کا پتہ دیتی ہے، ان کی زبان قلعہ معلّی، دارالعلوم دیوبند، عثمانیہ یونیورسٹی اور صوبہ بہار کے علمی گھرانوں کی ملی جلی خصوصیات کی آئینہ دار تھی۔ ان کی تحریر میں فصاحت وبلاغت، سلاست وروانی، جدید وقدیم علمی اصطلاحیں، جذب وکیف، جوش وخروش، پیغام وطنز سبھی کچھ موجود تھے۔ ان کا کلام دماغ سے سے زیادہ دل سے اپیل کرتا تھا۔ ان کے اکثر وبیشتر جملے الہامی ہوتے تھے۔ عبرت اور سبق حاصل کرنے والوں کے لیے ان کے یہاں بہت سی کام کی باتیں لمبی لمبی تحریروں میں چھپی ہوئی ملتی ہیں۔ ان کے سوز وغم میں نشاط اخروی کی جھلک ہے اور ان کے دل کی دھڑکن فلاح دارین کی منزل پر پہنچانے کے لیے جرس کارواں کا کام دیتی ہے۔‘‘

(الفرقان کا افادات گیلانی نمبر، ص:۴۸)

مولانا سید مناظر احسن گیلانی اپنے وقت کے فرد فرید اور اپنی بعض خصوصیات کے تو بظاہر خاتم تھے، ان کا علم ہمہ جہت تھا اور قلم ہر دم رواں دواں تھا، چنانچہ ان کے قلم سے اسلامی لٹریچر میں جوگراں قدر اضافہ ہوا تھا، ممکن نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کیا جاسکے۔ النبی الخاتم، حضرت ابوذر غفاری، الدین القیم، اسلامی معاشیات، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، تذکرۂ شاہ ولی اللہ، سوانح قاسمی، تذکیر بسورۃ الکہف، مقالات احسانی، تدوین قرآن، تدوین حدیث، اور تدوین فقہ، ان کی ایسی تصنیفات ہیں جن سے مدتوں علم وتحقیق کے چراغ روشن ہوتے رہیں گے۔ ان مستقل تصنیفات کے علاوہ ہندوستان کا کوئی مشہور علمی ودینی مجلّہ ایسا نہیں ہے، جس کے صفحات پر ان کے نقوش قلم ثبت نہ ہوں اور جس کا دامن مولانا کے نتائج فکر سے خالی رہا ہو۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی لکھتے ہیں:

’’مولانا گیلانی نے ’’النبی الخاتم‘‘ عجیب البیلے انداز میں لکھی ہے، صحف سماوی کا انداز بیاں، خطیبوں کا جوش وبرجستگی، عشاق کی مستی اور وارفتگی، عقل وجذب کی لطیف آمیزش، حسب معمول معمولی اور مشہور واقعات سے لطیف نکتے اور عظیم نتیجے نکالتے چلے جاتے ہیں اور وہ اس سرعت وکثرت کے ساتھ کہ پڑھنے والا مصنف سے شکایت کرنے لگتا ہے:

دامان نگہ تنگ وگل حسن توبسیار

میں نے اپنی ساری عمر میں سیرت نبوی میں ''رحمۃ للعالمین''اور''النبی الخاتم'' سے زیادہ موثر کتاب نہیں پڑھی۔ کتاب پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف علم وانشاء پردازی کی کرشمہ سازی نہیں ہے، اس کے اندران کا سوز دروں اور خون جگر بھی شامل ہےاور واقعہ یہی ہے کہ

رنگ ہو یا خشت وسنگ چنگ ہو یا حرف و صوت

معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نمود

ان کا دوسرا نقش قلم جو نظر سے گذرا اور نقش ہو گیا، وہ ان کا مضمون ''الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ'' جو الفرقان کے مجدد نمبر میں شائع ہوا تھا اور ان کی بہترین وموثر ترین تحریروں میں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، لیکن اس مضمون سے بڑھ کر ان کی تجدیدی عظمت کو آشکارا کرنے والا کوئی مقالہ یا تصنیف اس وقت تک نظر سے نہیں گذری، اس مضمون میں بھی انہوں نے یہی کیا ہے کہ ملا عبدالقادر بدایونی کی ''منتخب التواریخ'' سے لے کر ایسے اقتباسات جمع کر دیے ہیں کہ عہد اکبری کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے اور پڑھنے والے کو اس خطرہ کا اندازہ ہوجاتا ہے جو اس ملک میں اسلام کو درپیش تھا، پھر ان تاریک ومایوس کن حالات میں الف ثانی کے مجدد کا تجدیدی کام شروع ہوتا ہے جو بالآخر اکبر کے تخت پر محی الدین اورنگ زیب بادشاہ غازیؒ کو لے آتا ہے۔ اگر یہ مضمون اسی پرواز کے ساتھ جس سے وہ شروع ہوا تھا، مکمل ہو جاتا تو نہ صرف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی بہترین سیرت تیار ہوجاتی؛ بلکہ ہندوستان کے اسلامی انقلاب کی ولولہ انگیز تاریخ مرتب ہو جاتی۔'' (پرانے چراغ، حصہ اول، ۵۶)

مزید فرماتے ہیں:

''بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے، وسعت نظر، وسعت مطالعہ، رسوخ فی العلم اور ذکاوت میں ان کی نظیر اس وقت ممالک اسلامیہ میں ملنی مشکل ہے والغیب عند اللہ، تصنیف وتالیف کے لحاظ سے وہ عصر حاضر کے عظیم مصنفین میں شمار کیے جانے کے مستحق ہیں، انہوں نے اپنی کتابوں میں جو مواد جمع کر دیا ہے، وہ بیسیوں آمیوں کو مصنف اور محقق بنا سکتا ہے، اس ایک آدمی نے تن تنہا وہ کام کیا ہے جو یورپ میں پورے پورے ادارے اور منظّم جماعتیں کرتی ہیں، ان جیسا آدمی شاید برسوں میں بھی پیدا نہ ہو''۔

(پرانے چراغ، حصہ اول، ۸۰)

مولانا سید مناظر احسن گیلانی پر انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز کی طرف سے سیمینار منعقد کیا جا رہا ہے۔ یہ بہت اچھا اور مفید قدم ہے۔ اس پر جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب کو اظہار قدردانی پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ سیمینار کر کے اس اہم اور جامع خصوصیات کی حامل شخصیت کو نئی نسل کے سامنے نمایاں کرنے کا یہ مفید کام کیا۔ میں اپنی مسرت کا اظہار کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کی عظیم شخصیت موجودہ نسل کے سامنے روشنی میں آئے گی اور مختلف اہل علم اپنے اپنے تاثرات اور معلومات سیمینار میں پیش کر سکیں گے۔

❑ ❑ ❑